

## چارعناصر

کسی بھی انسان کی زندگی میں چارعناصر حد درجہ فیصلہ کن ہوتے ہیں۔ یہ کسی کی بھی زندگی کو کوئے یا ہیرے میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ عمومی گزارش کر رہا ہوں۔ استثناء بہر حال ہر دور میں موجود تھے اور رہنگے۔ آپ کس خاندان میں پیدا ہوئے، کس دور میں ولادت ہوئی، پھر اہم لکھتہ کہ کس ملک میں جنم ہوا اور ایک انتہائی نازک بات، کہ زندگی میں آپ نے مخصوص حالات میں کیسا فیصلہ کیا۔ وہ فیصلہ، جس نے آپکی زندگی کو آسمان بنادیا یا غلط فیصلہ کی صورت میں پاتال میں غرق ہو گئے۔ زندگی پر اثر انداز ہونے والے اہم ترین نکات کی ایک فہرست بنائیجئے۔ عین ممکن ہے کہ آپکی اور میری فہرست میں بہت کم فرق ہو۔

سینے ان دنہم (Stanley Ann Dunham) 1942ء میں امریکی ریاست کینسas میں پیدا ہوئی۔ سماجی تحقیق کرنے کا شوق تھا۔ ساتھ ساتھ سماجی بندھنوں سے کافی چڑھتی۔ 1959ء میں ہوائی کا علاقہ امریکہ میں شامل ہو گیا۔ ابتدائی عرصے میں وہاں کاروباری مراعات، دیگر علاقوں کے مقابلے میں بہت زیادہ تھیں۔ چنانچہ دنہم کے والدین ہونالولو منتقل ہو گئے۔ اس ریاست میں دنہم نے ہوائی یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا۔ وہیں اسکی ملاقات ابامہ حسین سے ہوئی۔ عجیب اتفاق تھا کہ دونوں روئی زبان سیکھنے کی کلاس میں اکٹھے پڑھ رہے تھے۔ ابامہ کا تعلق کینیا سے تھا اور وہ پہلے سے ہی شادی شدہ تھا۔ دونوں خاندانوں کی شدید مخالفت کے باوجود دنہم نے ابامہ سے شادی کر لی۔ اسکی عمر صرف اٹھارہ برس کی تھی۔ چند ماہ بعد اسی شادی سے باراک ابامہ پیدا ہوا۔ دنہم کو پڑھنے کا شوق واشنگٹن لے آیا اور ابامہ حسین ہونالولو میں ہی اپنی تعلیم کامل کرتا رہا۔ یہ شادی بری طرح ناکام ہوئی اور صرف تین برس چل پائی۔ اس شادی سے باراک ابامہ واحداً لاڈھی۔ یہی باراک ابامہ، جو بعد میں امریکہ کا چوتالیسوائی صدر بنا۔ یہ سچا واقعہ بالکل عام سا ہے۔ امریکہ میں ہی کیا پوری دنیا میں روزہ را روں شادیاں ہوتی ہیں۔ مغربی ممالک میں تو اکثر ناکام ہی رہتی ہیں۔ مگر یہاں سوال یہ اٹھتا ہے کہ کینیا سے تعلق رکھنے والے ابامہ حسین کی شادی اگر کینیا ہی میں دوسری عورت سے ہوتی۔ ایک اولاد ہوتی اور پھر شادی ختم، تو کیا ہوتا۔ کیا انکا بیٹا، بھی ہاروڑ یونیورسٹی میں پڑھ پاتا۔ کیا پورے کینیا میں کوئی ایک ایسا بینک موجود تھا جو مہنگی تعلیم کیلئے قرضہ دیتا۔ کیا باراک ابامہ کبھی پڑھنے کیلئے کینیا سے امریکہ آنے کی تکلیف کرتا۔ یہ بھی چھوڑ دیجئے۔ کیا والد کا آبائی ملک اسے ہاروڑ یونیورسٹی جیسا ایک بھی تعلیمی ادارہ مہیا کر سکتا۔ اندازہ ہے کہ اس پوری کہانی سے صرف امریکہ نکال دیں تو باقی کچھ نہیں بچتا۔ نہ تعلیم، نہ معیارِ زندگی، نہ اقتدار میں آنے کا کوئی سیدھا راستہ اور نہ ہی کوئی مستقبل۔ صرف جائے پیدائش نے وہ موقع فراہم کیے، جس نے دنہم اور اسکے بیٹے باراک ابامہ کو وہ تمام موقع اور سہولیات مہیا کیں جس سے اس بچے کی زندگی کامل طور پر تبدیل ہو گئی۔ وہ دنیا کے طاقتوتر ترین ملک کا صدر بن گیا۔ ظاہر ہے کہ جہاں آپ پیدا ہوئے ہیں۔ وہ تو محض ایک قدرتی اتفاق ہے۔ اس میں انسان کی اپنی مرضی کا تو کوئی عمل خل نہیں۔ وہی ملک انسان کے مقدر کو سنوار سکتا ہے یادوسری صورت میں تباہ بھی کر سکتا ہے۔

خاندان پر بھی نظر ڈالیے۔ پنس آف ریلیز، یعنی شہزادہ چارلس 4 نومبر 1948 کو ملکہ الزبتھ دوم کے ہاں

پیدا ہوا۔ 14 نومبر کو ایک اندازہ کے مطابق تین لاکھ پچاسی ہزار بچہ پیدا ہوا تھا۔ پوری دنیا کی بات کر رہا ہوں۔ ویسے آج تک یہ بھر پور اندازہ نہیں لگایا جاسکتا کہ چوبیس گھنٹے میں دراصل کتنے بچے پیدا ہوتے ہیں۔ تین لاکھ پچاسی ہزار قوام متحده کی طرف سے دیا گیا ایک اندازہ ہے۔ 14 نومبر 1948 کو اگر چارلس مشرق وسطیٰ کے کسی عرب گھر میں پیدا ہو جاتا تو کیا واقعی اپنی باقی زندگی بطور شہزادے کے گزارنے کا خواب تک دیکھنے کی جرات کر سکتا تھا۔ 1948 کا مشرق وسطیٰ صرف اور صرف صحراء تھا۔ ملکوں کا جدید جغرافیہ وجود میں آ رہا تھا۔ غربت عروج پڑھی۔ تیل کی دولت کا نام و نشان تک نہ تھا۔ چیلے سعودی عرب کو اسی عرصے میں پرکھ لیجئے۔ 1932 میں وجود میں آنے والا یہ ملک، ہمسایہ ملک یمن سے حالت جنگ میں تھا۔ جو آج بھی جاری ہے۔ سعودی عرب میں غربت اس قدر تھی کہ بر صیر کی مسلمان ریاستیں حج کے انتظامات کیلئے بھی چندہ یا زکوٰۃ بھیجتی تھیں۔ نظام آف حیدر آباد اور نواب آف بہاول پور سعودی عرب کی حکومتی سطح پر مدد کیا کرتے تھے۔ 14 نومبر کو اگر محتاط اندازہ لگایا جائے تو سعودی عرب میں ہی سینکڑوں بچے پیدا ہوئے تھے۔ اگر پرانے چارلس، کسی عام سعودی خاندان میں پیدا ہو جاتا، تو سوچیے کہ کیا وہ موقع جو صرف اسکی خاندانی پیدائش کی وجہ سے اسے فراہم ہوئے ہیں کبھی اسے مل پاتے۔ ہرگز نہیں۔ بالکل نہیں۔ شائد تیل کی دولت سے مالا مال ہونے کی بدولت امیر تو ہو جاتا، مگر کیا دنیا میں اس قدر رہنمیت اختیار کر پاتا۔ طالب علم کا خیال ہے کہ ایسا ممکن نہیں تھا۔ چارلس کے شہزادہ بننے کی واحد بلکہ اکلوتی وجہ اسکا 14 نومبر 1948 کو برطانوی شاہی خاندان میں پیدا ہونا تھا۔ جس خاندان میں آپ قدرتی یا حادثاتی طور پر پیدا ہوئے ہیں اور جس پر آپ کوئی بس نہیں ہے، اکثر اوقات یہی قدرتی اتفاق انسان کی زندگی بنا کر رکھ دیتا ہے۔ چیلے مسلمان معاشروں میں سے بھی مثال نکال لیتا ہوں۔ محمد بن سلمان اکٹیں اگست 1985 میں سلمان بن عبدالعزیز کے گھر پیدا ہوئے۔ عمر صرف پنٹیس برس ہے اور عملی طور پر سعودی عرب کے حکمران ہیں۔ پوری ریاست میں انکا طوطی بولتا ہے۔ انہوں نے سعودی عرب کے بنیادی سماجی ڈھانچے کو تبدیل کر دیا ہے۔ زبان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ، شاہی فرمان کا درجہ رکھتا ہے۔ حکم دیتے ہیں تو سعودی ریاست، قطر سے اپنے تعلقات کو محدود کر لیتی ہے۔ انگلی گھماتے ہیں تو سعودی فوج، یمن پر حملہ کر دیتی ہے۔ اشارہ کرتے ہیں تو ہمارے جیسے ممالک کے حکمران انکے پاس حاضر ہو جاتے ہیں۔ انکی ذاتی دولت کا تخمینہ نہیں لگایا جاسکتا۔ کچھ عرصہ پہلے انہوں نے پانچ سو میلین ڈالر کی ایک پر ٹھیکش کشتی خریدی۔ فرانس میں تین سو میلین کا ایک گھر خریدا اور چار سو پچاس میلین ڈالر کی ایک نایاب پنگ خریدی جو مشہور آرٹسٹ لیونور ڈرڈی ونچی کی بنی ہوئی تھی۔ مگر اکیس اگست 1985 کو دنیا میں لاکھوں بچے پیدا ہوئے تھے۔ شاہی خاندان میں پیدا ہونے والا اس دن صرف ایک محمد بن سلمان تھے۔ سوچیے اگر وہ اس دن، روس کے کسی شہر میں پیدا ہو جاتے تو زیادہ ایک یادوگروں کے مکان میں زندگی گزار رہے ہوتے۔ پیک ٹرانسپورٹ پر سفر کرنے پر اکتفا کرتے۔ دیگر رو سیوں کی طرح قطار میں لگ کر ڈبل روٹی خرید رہے ہوتے۔ اسکو بھی جانے دیجئے۔ بلا ول اور مریم بھی اہم صرف پیدا ہونے والے خاندان کی بدولت ہیں۔ بھٹو خاندان اور شریف خاندان کی بدولت آج انکے پاس ہر وہ چیز ہے جو اس بقدر ملک کے ناوے فیصل لوگوں کے پاس نہیں ہیں۔ اردو نظر اٹھائیے۔ آپ کو اس نام کے بچے اور بچیاں بھیک مانگتے ہوئے نظر آئیں گے۔ اسی نام کے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں محنت مزدوری کرتے ہوئے دکھائی دیں گے۔ اگر مریم اہم ہے تو اسکی وجہ صرف انکا ایک

بڑے خاندان میں پیدا ہونے کا قدرتی اتفاق ہے۔ اور یہی کلیے بلاول کیلئے بھی ہے۔

اسی طرح اگر کوئی ایسے ملک میں پیدا ہو جائے، جہاں صرف جنگ ہی جنگ ہوتا اس نے کیا خاکِ زندگی بہتر گزارنی ہے۔ وہ یا تو اپنی جان بچانے کیلئے کسی شدت پسند جھٹتے میں شامل ہو جائیگا، یا خودکش بمبار بن جائیگا اور یہ کسی دوسرے ملک میں مہاجر بکر زندگی گزار رہا ہو گا۔ ساتھ والا ملک افغانستان اسی طرزِ عمل کی ایک مثال ہے۔ اب آپکی توجہ، ہر انسان کی زندگی میں مخصوص حالات میں کوئی ایک فیصلہ کرنے کی استطاعت پر ہے۔ وہی ایک فیصلہ جو صرف اسکی نہیں بلکہ آنے والی سات پیشوں کی تقدیر بدل سکتا ہے۔ عجیب بات یہ بھی ہے کہ اس عنصر کا تعلق خاندان، حالات اور دور سے بہت کم ہے۔ اپنے ملک میں کسی شہر کی مثال لے لیجئے۔ چند کاروباری شخصیات ضرور ایسی ملیں گی جو تمیں چالیس برس میں غربت سے نکل کر امارات کی بلندی تک پہنچ گئی ہیں۔ اس پوری کہانی میں ایک ایسا بنا دی کردار نظر آیا گا جس نے مشکل ترین حالات میں ایک خواب دیکھا، محنت کی اور دوسروں سے آگے نکل گیا۔ فیصل آباد، سیالکوٹ، گجرانوالہ، کراچی، وزیر آباد اس طرح کی لاڑوال کہانیوں سے اٹا ہوا ہے۔ سائکل پر کپڑا بیچنے والے آج دس سے بارہ ٹیکٹاکل ملوں کے مالک ہیں۔ اس تمام کا محرك وہ بنیادی فیصلہ ہے جوان لوگوں میں سے کسی ایک نے ہر چیز دا و پر لگا کر کیا تھا۔ بل گیٹس کوہی لے لیجئے۔ والدین اسے وکیل بنانا چاہتے تھے۔ بل گیٹس کا داخلہ ہارورڈ کالج میں ہو چکا تھا۔ مگر اسے قانون سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ 1973 کا ذکر ہے۔ کمپیوٹر پروگرام لکھنے کا شوق تھا بلکہ جنون تھا۔ بل گیٹس کی زندگی کا سب سے اہم فیصلہ کیا تھا۔ یہی کہ ہارورڈ یونیورسٹی چھوڑ کر اپنا شوق پورا کرے۔ یاماں باپ کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے ایک وکیل بکر زندگی گزار دا لے۔ بل گیٹس نے اس وقت جو فیصلہ کیا، وہ دنیاوی اعتبار سے بہت زیادہ درست نظر نہیں آتا تھا۔ بل گیٹس کے پاس پیسے بھی نہیں تھے۔ مگر اسکے پاس آئی ٹی کی دنیا میں انقلابی فیصلہ کرنے کی طاقت موجود تھی۔ ایک ایسا فیصلہ جس نے اسے دنیا کے امیر ترین لوگوں کی فہرست میں شامل کر دا ل۔ اس فیصلے سے ”مائکروسوفٹ“ کمپنی وجود میں آئی۔ جس میں ابتدائی طور پر صرف ایک ملازم تھا۔ مگر آج یہی دو تین سو ڈالر سے وجود میں آنے والی کمپنی، ایک ٹریلیون ڈالر کی کمپنی ہے۔ ہمارے ملک کی جی ڈی پی سے کئی گناہ زیادہ۔ بل گیٹس کے مخصوص وقت پر، درست نظر نہ آنے والے فیصلے نے نہ صرف اسکی زندگی بدل دی بلکہ پوری دنیا کو تبدیل کر دیا۔ اسکا مشکل ترین فیصلہ بالکل درست ثابت ہوا۔ یہ فیصلہ ہر کسی کے اختیار میں ہے، کوہ رسک لے سکتا ہے یا نہیں۔

آپ کس خاندان، کس دورانیہ میں، اور کس وقت پیدا ہوئے ہیں۔ یہ محض اور محض اتفاق ہے۔ صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ قدرت کا فیصلہ ہے۔ بہر حال ترقی کرنے کا فیصلہ آپکے اپنے ہاتھ میں ہے۔ ویسے اس میں بھی تائید ایزدی کا بھی کامیل دخل ہے۔ یہ فیصلہ اگر دنیا کو بل گیٹس دے سکتا ہے، اپل کمپنی کا سیٹیو جو بڑے سکتا ہے، ہمارے ملک کو ستارا یہی دے سکتا ہے تو آپکو بھی اس طرح کا ذاتی فیصلہ کرنے کا حق اور اختیار ہے۔ کوشش کیجئے۔ کہیں نہ کہیں کامیابی آپ کا انتظار کر رہی ہے۔

